تخلیقی جوہر

حصّہ ۔ 2

درسی کتاب بارھویں جماعت کے لیے

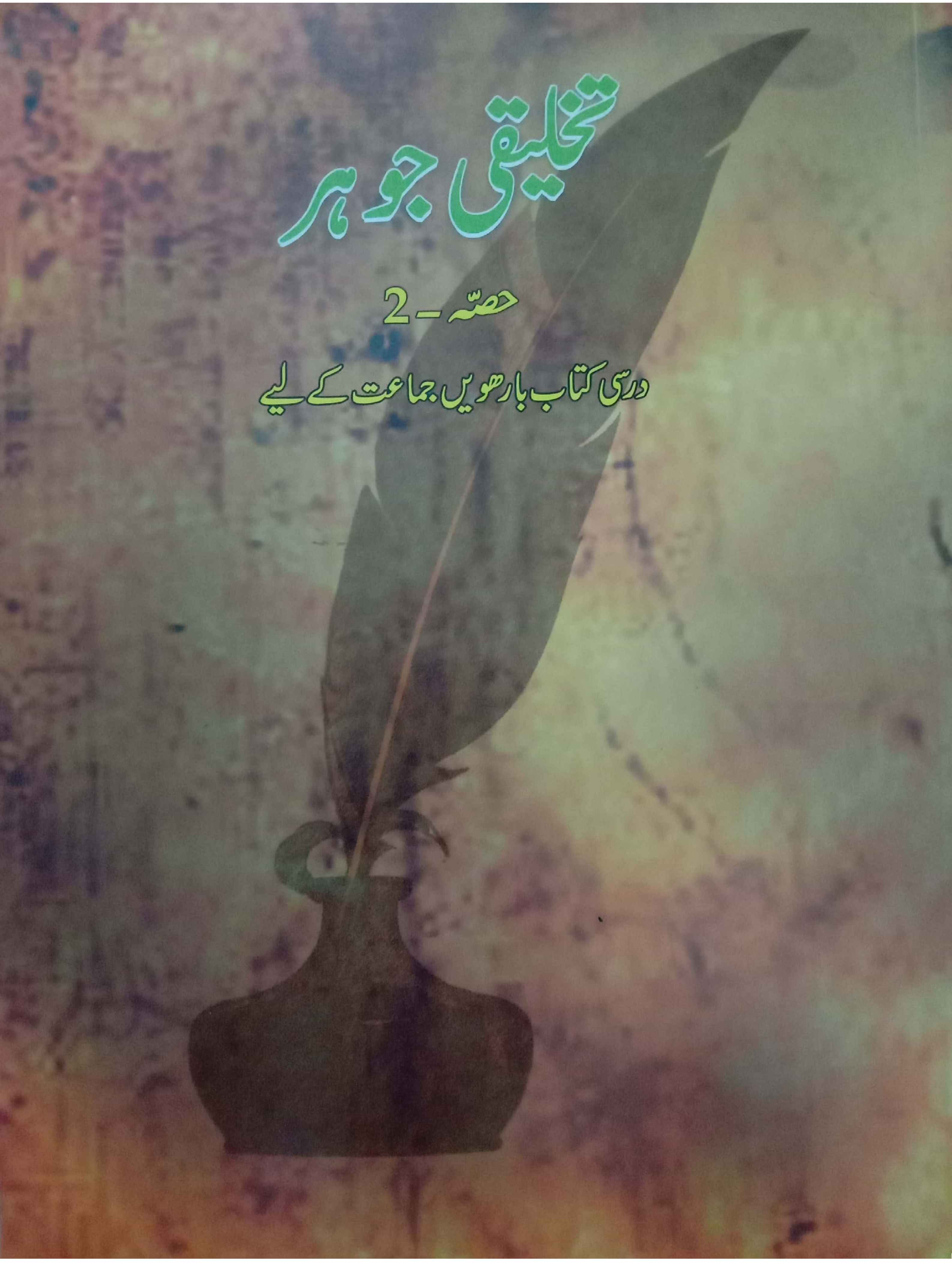

Scanned by CamScanner

Takhleequi Jauhar, Part-II Text book
for Class XII

ISBN 978-93-5007-770-2

پہلا ایڈیشن

دسمبر 2016 پوس 1938

PD 2H SPA

© نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ 2016

جملہ حقوق محفوظ

- ناشر کی پہلے سے اجازت حاصل کیے بغیر، اس کتاب کے کسی بھی حصے کو دوبارہ پیش کرنا، یادداشت کے ذریعے بازیافت کے سسٹم میں اس کو محفوظ کرنا یا برقیاتی، میکانیکی، فوٹو کاپینگ، ریکارڈنگ کے کسی بھی وسیلے سے اس کی ترسیل کرنا منع ہے۔
- اس کتاب کو اس شرط کے ساتھ فروخت کیا جارہا ہے کہ اسے ناشر کی اجازت کے بغیر، اس شکل کے علاوہ جس میں کہ یہ چھاپی گئی ہے یعنی، اس کی موجودہ جلد بندی اور سرورق میں تبدیلی کرکے، تجارت کے طور پر نہ تو مستعار دیا جاسکتا ہے، نہ دوبارہ فروخت کیا جاسکتا ہے، نہ کرایہ پر دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی تلف کیا جاسکتا ہے۔
- کتاب کے صفحہ پر جو قیمت درج ہے وہ اس کتاب کی صحیح قیمت ہے۔ کوئی بھی نظر ثانی شدہ قیمت چاہے وہ ربر کی مہر کے ذریعے یا چپپی یا کسی اور ذریعے ظاہر کی جائے تو وہ غلط متصور ہوگی اور ناقابل قبول ہوگی۔

این سی ای آر ٹی کے پبلی کیشن ڈویژن کے دفاتر

این سی ای آر ٹی کیمپس
سری اروندو مارگ
نئی دہلی - 110016 فون 011-26562708

108,100 فٹ روڈ ہوسڈے کیرے ہیلی
ایکسٹینشن بناشنکری III اسٹیج
بنگلور - 560085 فون 080-26725740

نوجیون ٹرسٹ بھون
ڈاک گھر، نوجیون
احمد آباد - 380014 فون 079-27541446

سی ڈبلیو سی کیمپس
بمقابل ڈھانکل بس اسٹاپ، پانی ہاٹی
کولکتہ - 700114 فون 033-25530454

سی ڈبلیو سی کامپلیکس
مالی گاؤں
گواہاٹی - 781021 فون 0361-2674869

اشاعتی ٹیم

ہیڈ، پبلی کیشن ڈویژن	:	محمد سراج انور
چیف ایڈیٹر	:	شویتا اُپل
چیف بزنس منیجر	:	گوتم گانگولی
چیف پروڈکشن آفسر (انچارج)	:	ارون چتکارا
ایڈیٹر	:	سید پرویز احمد
پروڈکشن اسسٹنٹ	:	راجیش پپل

قیمت: ₹ 265.00

این سی ای آر ٹی واٹر مارک 80 جی ایس ایم کاغذ پر شائع شدہ

سکریٹری، نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، شری اروندو مارگ نئی دہلی نے پشپک پریس پرائیویٹ لمیٹڈ، 203-204، ڈی ایس آئی ڈی سی شیڈس، اوکھلا انڈسٹریل ایریا، فیز-I، نئی دہلی 020 110 میں چھپوا کر پبلی کیشن ڈویژن سے شائع کیا۔

Scanned by CamScanner

کمیٹی برائے تخلیقی جوہر-2

خصوصی صلاح کار

شمیم حنفی، پروفیسر ایمریٹس، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

چیف کوآرڈی نیٹر

کے۔سی۔ترپاٹھی، پروفیسر اینڈ ہیڈ، ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن اِن لینگویجز، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی

اراکین

ابوبکر عبّاد، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی

احمد خان، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، ذاکر حسین دہلی کالج، نئی دہلی

انجم عثمانی، ڈپٹی ڈائریکٹر (ریٹائرڈ)، دوردرشن، نئی دہلی

خان شاہد وہاب، لکچرار، گورنمنٹ بوائز سینئر سیکنڈری اسکول، نور نگر، جامعہ نگر، نئی دہلی

زبیر شاداب، جے آر پی اکادمک، این ٹی ایس انڈیا، سی آئی آئی ایل، مانس گنگوتری، میسور، کرناٹک

سمیع الرحمٰن، سابق سینئر ایڈیٹر، ایم ایچ ون نیوز، نئی دہلی

سید محمد انوار عالم، پروفیسر اینڈ چیئرپرسن، ہندوستانی زبانوں کا مرکز، جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

شاہد پرویز، پروفیسر اینڈ ریجنل ڈائرکٹر، دہلی ریجنل سینٹر، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، دہلی

شمیم احمد، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو اور فارسی، سینٹ اسٹیفنز کالج، دہلی یونیورسٹی، دہلی

صغیر اختر، ٹی جی ٹی، اردو، مظہر الاسلام سیکنڈری اسکول، فراش خانہ، دہلی

ظہیر رحمتی، اسسٹنٹ پروفیسر، ذاکر حسین پی جی ایوننگ کالج، نئی دہلی

عتیق اللہ، پروفیسر (ریٹائرڈ)، شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی، دہلی

فیروز عالم، اسسٹنٹ پروفیسر، ڈائریکٹوریٹ آف ڈسٹنس ایجوکیشن، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

قمر الہدیٰ فریدی، پروفیسر، شعبۂ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

محمد احسن، پروفیسر اینڈ ریجنل ڈائریکٹر، بھوپال ریجنل سینٹر، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، بھوپال، مدھیہ پردیش

Scanned by CamScanner

بیان بھی حسین ہو اور الفاظ و تراکیب بھی دل کش ہوں۔ زبان و بیان کے حسن کے علاوہ تخیل کی کارفرمائی بھی تخلیقی نثر کا ایک خاص وصف ہے۔ اسی لیے اسی میں تشبیہ، استعارے اور رمز و کنائے سے کام لیا جاتا ہے۔

گویا تخلیقی نثر کا مقصد صرف اظہارِ خیال نہیں ہے بلکہ لطافت اور ادبیت بھی اس کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔ داستان، ناول، افسانے اور انشائیے وغیرہ میں تخلیقی نثر کا استعمال کیا جاتا ہے۔

غیر تخلیقی نثر

غیر تخلیقی نثر کو علمی نثر بھی کہتے ہیں۔ ایسی نثر جس میں وضاحت اور قطعیت کے ساتھ بچے تلے الفاظ میں کسی موضوع پر اس طرح اظہارِ خیال کیا جاتا ہے کہ جو بات لکھنے والے کے ذہن میں ہے وہی قاری تک پہنچے۔ اس لیے غیر تخلیقی نثر کی زبان سادہ ہوتی ہے۔ اس میں تشبیہ، استعارے یا تخیل سے کام نہیں لیا جاتا۔ ترسیلِ خیال اس کا بنیادی مقصد ہے۔ عام طور سے علمی موضوعات کے بیان میں غیر تخلیقی نثر کا استعمال کیا جاتا ہے۔

غیر تخلیقی نثر اور تخلیقی نثر میں جو فرق ہے وہ دونوں کے مقاصد کی بنیاد پر ہے۔ تخلیقی نثر کا مقصد انبساط آفرینی ہے یہی وجہ ہے کہ تخلیقی نثر لطیف ہونے کے ساتھ ہماری بصیرت کو بھی جلا بخشتی ہے۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ نتیجہ خیزی تخلیقی نثر کا منصب نہیں ہے۔ اس لیے اس سے مکمل ابلاغ کی توقع بھی نہیں کرنا چاہیے۔ غیر تخلیقی تحریروں کی نثر کا مقصد ہی علم و معلومات فراہم کرنا ہے۔ اس لیے اس قسم کی نثر میں وضاحت و صراحت سے کام لیا جاتا ہے۔ اور دلائل کی بنیاد پر کوئی نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔ گویا مکمل ابلاغ اس کی پہلی شرط ہے۔

2.2.1 افسانوی نثر

وہ نثر جس کا استعمال قصہ، کہانی بیان کرنے کے لیے کیا جاتا ہے افسانوی نثر کہلاتی ہے۔ یعنی کہانی پن یا افسانویت کی صفت رکھنے والی نثر افسانوی نثر کے زمرے میں آتی ہے۔ افسانہ اپنے اندر تحیّر، تجسّس اور ڈرامائی عناصر لیے ہوتا ہے۔ ان عناصر کو تخلیقی پیکر عطا کرنے کے لیے ان کے مطابق اسلوب اور زبان درکار ہوتی ہے۔

افسانوی اصناف میں موضوع کی پیش کش کے لیے پلاٹ، کردار اور منظر کشی کے

> مختصر افسانہ ناول ہی کا اختصار ہے، فرق صرف یہ ہے کہ ناول اس قدر مرکوز اور گٹھا ہوا نہیں ہوتا بلکہ کسی تاثر پر ٹھہر جانے کی بجائے وہ اس تاثر کے محرکات اور پھر کسی قدر ان کے متعلقات سے بھی بحث کرتا ہے اور انھیں اس طرح پیش کرتا ہے کہ ساری باتیں ایک سلسلے کی کڑیاں معلوم ہونے لگتی ہیں، جب کہ مختصر افسانہ ان میں سے کسی ایک کڑی ہی کو چن لیتا ہے اور اسی پر اپنی توجہ مرکوز کرتا ہے۔
>
> — محمد حسن

(1926-201

علاوہ موزوں زبان و بیان کو بھی لازمی جزو تسلیم کیا جاتا ہے۔ تخلیق کار اپنے تجربے، مشاہدے اور قوتِ متخیلہ کو بروئے کار لاتے ہوئے گرد و پیش میں بکھرے ہوئے حادثات و واقعات سے مواد لے کر انھیں پرکشش اسلوبِ بیان سے دلچسپ قصے کہانی کا روپ عطا کرتا ہے۔ اس ضمن میں حقیقت کی افسانوی رنگ آمیزی قاری کی ذہنی و جمالیاتی تسکین کا سبب بنتی ہے۔

نثر کی افسانوی اصناف میں داستان، ناول اور مختصر افسانہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ ان اصناف کے اپنے صنفی تقاضے اور خصوصیتیں ہوتی ہیں۔ صنفی تقاضے کے لحاظ سے ہر افسانوی صنف کی پیش کش کے طریقے اور تکنیکیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔

مختصر افسانہ/کہانی

افسانہ یا کہانی ایک ایسی صنف ہے جسے دنیا کی ہر زبان میں کم و بیش یکساں مقبولیت حاصل ہے۔ کہانی کہنا اور سننا ہمیشہ سے انسان کا دلچسپ مشغلہ رہا ہے۔ ایک وقت تھا کہ رات میں سونے سے پہلے یا فرصت کے اوقات میں گھر کے تمام بچے دادا، دادی، نانا، نانی، ماں، باپ یا کسی اور بزرگ کے پاس بیٹھ جاتے تھے اور ان سے کہانیاں سنا کرتے تھے۔ اس عمل میں وہ نئی نئی باتیں سیکھتے تھے اور اَن دیکھی دنیاؤں کی سیر کرتے تھے۔ یہ کہانیاں صرف تفریح کا ذریعہ نہ تھیں بلکہ ان کے ذریعے بچے انسانیت کی اعلیٰ قدروں اور اخلاقی اصولوں سے بھی واقف ہوتے تھے۔ کہانی سننے کے بہانے خاندان کے سبھی افراد کا ایک ساتھ بیٹھنا بھی تربیت کا ایک بہتر ذریعہ ہوتا تھا۔ بچے نہ صرف آدابِ نشست و برخاست سے واقف ہوتے تھے بلکہ ان کی زبان اور ذخیرۂ الفاظ میں بھی مسلسل اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ ریڈیو، فلم اور ٹیلی ویژن اور اب انٹرنیٹ کے زمانے میں بھی کہانی کی اہمیت و معنویت میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔ البتہ کہانی کہنے اور سننے کے انداز ضرور بدل گئے ہیں۔ یہاں آپ کو افسانے کے فن اور افسانہ لکھنے کے بارے میں بتایا جا رہا ہے۔

افسانہ اردو کی ایک اہم اور مقبول صنف ہے۔ یہ ایک مختصر نثری قصہ ہے۔ اردو میں داستان اور ناول کے بعد افسانے کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ افسانے میں زندگی کے کسی خاص واقعے، تجربے یا پہلو کی عکاسی کی جاتی ہے یا کسی مخصوص نفسیاتی یا جذباتی

سرگرمی 5.20

چار طلبا کے ایک گروپ کو کوئی معروف افسانہ (ممکن ہو تو دسویں جماعت میں شامل کوئی افسانہ یا کہانی) پڑھنے کو دیا جائے۔ اُن میں سے ایک طالب علم افسانے کے پلاٹ، دوسرا کردار، تیسرا منظر نگاری اور جزئیات نگاری اور چوتھا وحدتِ تاثر یا وحدتِ عمل کے بارے میں کلاس کے سامنے اپنے خیالات پیش کرے۔ اس کے لیے گروپ کو دو تین روز کا وقت دیا جائے۔

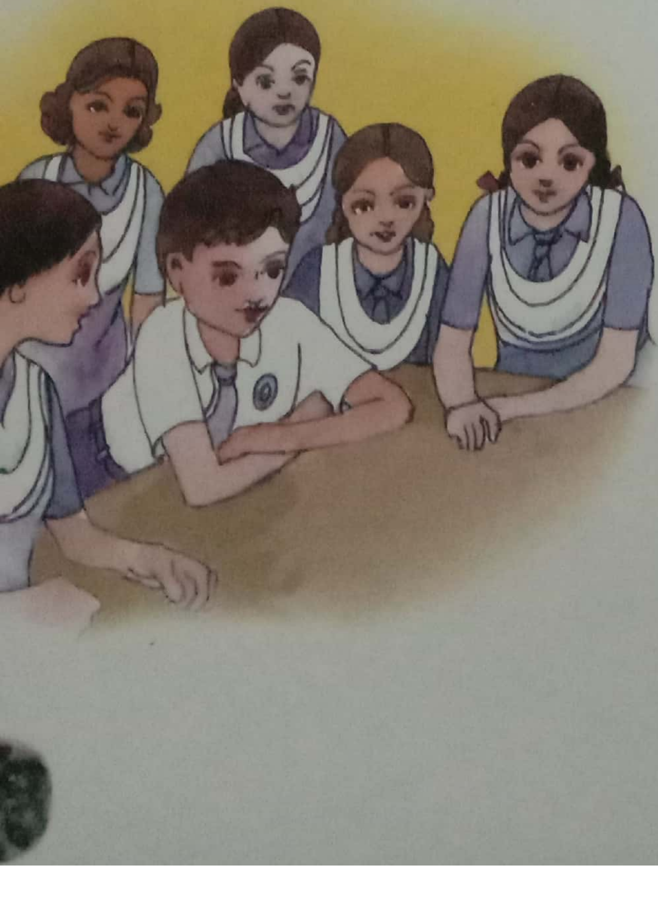

Scanned by CamScanner

صورت حال کو موضوع بنایا جاتا ہے۔ افسانے کا ذکر آتے ہی ہمارے ذہن میں کہانی اور کرداروں کا تصور ابھرتا ہے۔ کسی بھی افسانے میں کہانی اور کردار بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ پلاٹ، مرکزی خیال، زبان و اسلوب اور تکنیک بھی اس کے اہم اجزا ہیں۔ ان اجزا کو افسانے کے اجزائے ترکیبی کہا جاتا ہے۔ جن کا تعارف درج ذیل ہے

- **پلاٹ**

واقعات کی ترتیب کا نام پلاٹ ہے۔ یعنی کہانی کا تانا بانا بنتے وقت کون سا واقعہ کب اور کہاں بیان کرنا ہے۔ سب سے پہلے افسانہ نگار موضوع کا انتخاب کرتا ہے، پھر وہ اس کے پلاٹ کا خاکہ ترتیب دیتا ہے، اس کے بعد اس کے ذہن میں اس سے متعلق کردار آتے ہیں اور وہ انھیں پلاٹ کے تقاضے کے مطابق ڈھالتا ہے۔ ایک اچھا افسانہ نگار پلاٹ کی فنی ترتیب و تعمیر پر خاص توجہ دیتا ہے۔ اسی طرح کہانی کے تمام واقعات اس کے مرکزی موضوع سے مربوط ہوتے ہیں۔

پلاٹ کئی طرح کے ہوتے ہیں۔ سادہ پلاٹ، پیچیدہ پلاٹ، غیر منظم پلاٹ، ضمنی پلاٹ وغیرہ۔ سادہ پلاٹ میں تسلسل کے ساتھ واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ ایسے پلاٹ میں کہانی کے آغاز، وسط اور انجام میں ربط پایا جاتا ہے۔ اس میں قصہ بتدریج آگے بڑھتا ہے اور اختتام پذیر ہوتا ہے۔ پیچیدہ پلاٹ میں افسانے کے واقعات میں ایک دوسرے سے ربط تو ہوتا ہے لیکن ان میں قصہ اس تسلسل کے ساتھ بیان نہیں کیا جاتا جس طرح سادہ پلاٹ میں کیا جاتا ہے۔ اس میں کبھی افسانے کا آغاز اس کے انجام سے کیا جاتا ہے اور کبھی وسط سے اس کے واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ ایسے افسانوں میں تجسس اور حیرت کی کیفیت شروع سے آخر تک برقرار رہتی ہے۔ کچھ افسانوں میں غیر منظم پلاٹ بھی ہوتا ہے۔

موضوع اور عنوان دونوں میں نیا پن ہونا ضروری ہے۔ یہ نیا پن ہی ہے جو قاری کو افسانہ پڑھنے کی طرف مائل کرتا ہے۔ اسی طرح اختصار اور جامعیت بھی پلاٹ کی ایک اہم خوبی تسلیم کی جاتی ہے۔ واقعات کے بیان میں غیر ضروری تفصیل اور بے جا طوالت کی وجہ سے افسانے میں قاری کی دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔

- **کردار**

افسانہ نگار قصہ بیان کرنے کے لیے جن افراد کو اپنی کہانی میں استعمال کرتا ہے انھیں کردار

کہتے ہیں۔ مختصراً یوں کہہ سکتے ہیں کہ افسانے میں موجود افراد کردار کہلاتے ہیں۔ جو کردار جس طبقے، عمر، نسل، جنس یا علاقے کا ہو اسی کی مناسبت سے اس کے اعمال، زبان اور مکالمے پیش کیے جاتے ہیں۔ کردار کا فطری ہونا ضروری ہے۔ اس میں بناوٹ یا دکھاوا نہیں ہونا چاہیے۔ پریم چند کے افسانے 'کفن' (گھیسو، مادھو)، سعادت حسن منٹو کے افسانے 'نیا قانون' (منگو کوچوان) وغیرہ میں ایسے جاندار اور توانا کردار پیش کیے گئے ہیں کہ انھیں قاری بھول نہیں سکتا۔ کردار کی تشکیل و تعمیر میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ یہ حقیقی معلوم ہوں اور قاری ان سے بہت زیادہ اجنبیت نہ محسوس کرے۔

• مکالمہ

دو کرداروں کے درمیان گفتگو یا بات چیت کو مکالمہ کہتے ہیں۔ مکالمے کے لیے ضروری ہے کہ یہ کرداروں کی شخصیت کے عین مطابق اور ان کے حسب حال ہوں۔ افسانے میں مکالمے کرداروں کی جنس، ان کی عمر، ان کے طبقے، ماحول اور ان کی لیاقت کے اعتبار سے ہی ادا کروائے جاتے ہیں۔ کردار اگر پڑھا لکھا ہے تو اس کی زبان صاف ستھری اور علمی ہوگی۔ ان پڑھ ہے تو اس کا تلفظ بہت درست اور گفتگو عالمانہ نہ ہوگی۔ بچہ ہے تو بچوں کی زبان بولے گا اور اگر عورت کردار ہے تو مکالمے میں عورت کا لب ولہجہ، روزمرہ اور محاورہ استعمال کیا جائے گا۔ جس طرح حلیے اور چال ڈھال کے بیان سے کردار کی ظاہری شخصیت کو ابھارا جاتا ہے، ویسے ہی کسی بھی کردار کی باطنی شخصیت کو نمایاں کرنے میں مکالمے کا اہم رول ہوتا ہے۔ مکالمے سے کرداروں کی نفسیات، ان کے جذبات و احساسات اور ان کے فکر و خیال کے اظہار میں بھی مدد لی جاتی ہے۔

• تکنیک

افسانہ میں واقعہ یا قصہ بیان کرنے کے طریقے کو تکنیک کہا جاتا ہے۔ افسانہ نگار آزاد ہے کہ وہ جس انداز میں چاہے کہانی بیان کرے۔ چنانچہ وہ کبھی راوی یا تماشائی کی حیثیت سے کہانی بیان کرتا ہے، کبھی وہ خود افسانے کا ایک کردار بن کر تمام واقعات اپنی ہی زبانی سناتا ہے۔ اسی طرح وہ کبھی ڈائری کی صورت میں کہانی لکھتا ہے، کبھی سفرنامے کی اور کبھی سیدھے سادے بیانیہ انداز میں واقعات لکھتا جاتا ہے۔ کسی افسانے میں وہ بچے کی زبان سے کہانی بیان کرواتا ہے، کسی میں بوڑھے مرد، بوڑھی عورت یا پھر نوجوان لڑکے یا لڑکی کے ذریعے

Scanned by CamScanner

کہانی سنواتا ہے۔ کبھی وہ یہ طریقہ اختیار کرتا ہے کہ افسانے کی ابتدا واقعے کے درمیان سے کرتا ہے، کبھی واقعے کی ابتدا سے ہی افسانہ شروع کر دیتا ہے۔ کسی افسانے میں وہ ماضی کے واقعات بیان کرتا ہوا زمانہ حال میں آ جاتا ہے، تو حال کے واقعات سناتے سناتے ماضی میں چلا جاتا ہے۔ افسانہ لکھنے کے ان سارے طریقوں کو تکنیک کہا جاتا ہے۔ ان کے نام بھی الگ الگ ہیں۔ جیسے بیانیہ تکنیک، ڈائری کی تکنیک، سفرنامے کی تکنیک اور شعور کی رو کی تکنیک وغیرہ۔

• وحدت تاثر

افسانے کے اجزائے ترکیبی میں وحدتِ تاثر کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ افسانہ اپنے آپ میں ایک اکائی ہے۔ اس میں شروع سے آخر تک ایک ماحول، ایک فضا اور ایک کیفیت کی ترجمانی کی جاتی ہے۔ چوں کہ افسانے میں کردار کی زندگی کے ایک گوشے یا ایک واقعے کو مرکزیت حاصل ہوتی ہے لہٰذا اس میں متفرق حالات و کیفیات کے بیان کی گنجائش نہیں ہوتی ہے۔

افسانے میں کبھی ایک ہی واقعہ بیان کیا جاتا ہے، کبھی ایک واقعے کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا جاتا ہے اور بعض افسانوں میں ایک سے زائد واقعات بھی بیان کیے جاتے ہیں۔ لیکن افسانہ نگار ابتدا سے آخر تک کسی ایک واقعے یا واقعے کے کسی ایک پہلو کو توجہ کا مرکز بناتا ہے۔ تاکہ وہ قاری کے ذہن پر کوئی خاص تاثر قائم کر سکے۔ اسی تاثر کے لیے وہ کہانی کے سارے تانے بانے بُنتا ہے، کرداروں کے اعمال و افعال طے کرتا ہے اور کہانی بیان کرنے کے لیے کوئی مخصوص اسلوب اپناتا ہے۔ یوں کہانی کا پلاٹ، اس کے کردار، مکالمے اور طرز نگارش سے کہانی پڑھنے والوں پر اُس مرکزی واقعے یا خیال کی وجہ سے ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے۔ پورے افسانے کی قرأت سے برآمد ہونے والی اسی کیفیت کو وحدتِ تاثر کہتے ہیں۔

• مرکزی خیال

مرکزی خیال کو افسانے کی تھیم بھی کہتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہر افسانہ نگار اپنے افسانے میں کوئی پیغام، کوئی تصور، کوئی نظریہ یا خیال پوشیدہ رکھتا ہے جسے وہ اپنے پڑھنے والوں تک پہنچانا چاہتا ہے۔ لیکن یہ پیغام یا خیال افسانے کے تانے بانے میں

Scanned by CamScanner

اس طرح شامل ہوتا ہے کہ افسانہ پڑھتے ہوئے یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ افسانہ نگار نے آپ کے دل و دماغ میں بہت ہی سلیقے سے اپنی بات ڈال دی ہے۔ عام طور سے یہ خیال افسانے کے مرکزی واقعے، کردار یا کہانی کے تاثر کے ذریعے قائم کیا جاتا ہے۔ جیسے پریم چند کے افسانے 'پوس کی رات' کا مرکزی خیال زمینداروں کے استحصال کے خلاف ایک طرح کی بغاوت ہے، رتن سنگھ کی کہانی 'ہزاروں سال لمبی رات' کا مرکزی خیال بھوک کی حقیقت ہے، جیلانی بانو کے افسانے 'دوشالہ' کا مرکزی خیال اپنے اسلاف کی یادگار سے شدید محبت ہے۔

• نقطۂ نظر

افسانے کے دوسرے اجزائے ترکیبی مثلاً پلاٹ، کردار اور مکالمے کی طرح اس کا ایک اہم جز نقطۂ نظر بھی ہوتا ہے۔ نقطۂ نظر کا مطلب یہ ہے کہ افسانہ کے ذریعے افسانہ نگار اپنے پڑھنے والوں کو کوئی نہ کوئی پیغام دینا چاہتا ہے، انھیں اپنے تجربات و احساسات میں شامل کرنا چاہتا ہے، یا ان پر کوئی تاثر یا کیفیت طاری کرنا چاہتا ہے۔ لیکن افسانہ نگار اپنے اس مقصد یا نظریے کو افسانے میں کھلے عام بیان نہیں کرتا اور نہ ہی وہ براہ راست اپنے خیال یا نظریے کی تبلیغ کرتا ہے۔ بلکہ وہ اسے طرزِ نگارش اور بیانِ واقعہ کے پردے میں اس طرح شامل کر دیتا ہے کہ پڑھنے والے کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ افسانہ نگار اسے کوئی پیغام دے رہا ہے یا اپنا خیال یا نظریہ منوانے کی کوشش کر رہا ہے۔ افسانے میں درپردہ بیان کی گئی افسانہ نگار کی اسی رائے، نظریے یا پیغام کو نقطۂ نظر کہتے ہیں۔

• زبان اور اسلوب

• زبان

زبان اور اسلوب کی افسانے میں بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ کوئی بھی افسانہ اپنی زبان اور اپنے اسلوب کی وجہ سے ہی اہم، اثر انگیز اور معیاری ہوتا ہے۔ لیکن افسانے میں زبان کا معاملہ شاعری سے مختلف ہوتا ہے۔ شاعری میں زبان عام طور پر تشبیہ و استعارے اور مختلف شعری صنعتوں سے معمور فصیح و بلیغ ہوتی ہے۔ چوں کہ شاعری میں تمام باتیں محض شاعر کی زبان سے ادا ہوتی ہیں اس لیے یہ ایک جیسی ہوتی ہے۔ افسانے میں

'فن کار مواد کو اسلوب سے ہم آہنگ کر کے اسے ایک مخصوص طریقے سے متشکل کرتا ہے۔ افسانے کی تعمیر میں جس طریقے سے مواد ڈھلتا جاتا ہے وہی 'تکنیک' ہے۔ مثلاً ایک برتن بنانے کے لیے سب سے پہلے مٹی کی ضرورت ہے۔ اسے 'خام مواد' سمجھ لیجیے۔ پھر اس میں رنگ ملایا جائے گا۔ یہ 'اسلوب' ہے۔ پھر کاری گر مٹی اور رنگ کے اس مرکب کو اچھی طرح گوندھتا، توڑتا مروڑتا، دباتا، کھینچتا، کسی حصے کو گول کسی کو چوکور، کہیں سے لمبا، کہیں سے گہرا اور مخصوص شکل پیدا ہونے تک اسی طرح ڈھالتا چلا جاتا ہے اور آخر میں جو شکل پیدا ہوتی ہے اسے 'ہیئت' کہتے ہیں اور جو چیز بنتی ہے وہ 'افسانہ' ہے۔

-ممتاز شیریں

ممتاز شیریں (1924-1973)

Scanned by CamScanner

طرح طرح کے کردار ہوتے ہیں اور سب اپنی اپنی بولیاں بولتے ہیں اس لیے سب کی زبان بھی مختلف ہوتی ہے۔ کسان اور مزدور کی زبان الگ ہوتی ہے، پڑھے لکھوں کی الگ۔ پھر اس میں افسانہ نگار کی بھی زبان ہوتی ہے جو اِن سب سے مختلف ہوتی ہے۔
افسانے میں اچھی زبان کا مطلب ہوتا ہے کرداروں کے حسب حال ہونا۔

اُسلوب

اسلوب کو طرزِ نگارش، طرزِ تحریر، لکھنے کا طریقہ اور مصنف کا اسٹائل بھی کہتے ہیں۔ ہر اچھے افسانہ نگار کے لکھنے کا اپنا ایک خاص طریقہ ہوتا ہے جس پر اس کی شخصیت کی چھاپ ہوتی ہے۔ افسانہ نگار کے سوچنے کے طریقے، اس کے ماحول اور اس کی لفظیات سے اس کے لکھنے کا ایک الگ انداز بنتا ہے جس کی وجہ سے اس کی تمام تحریریں ایک خاص رنگ میں ڈھلی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ لکھنے کا یہی الگ انداز یا تحریر کا خاص رنگ افسانہ نگار کا اُسلوب کہلاتا ہے۔ افسانہ نگاروں کے پسندیدہ موضوعات بھی ان کے اُسلوب کی تعمیر میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر افسانہ نگار کے لکھنے کا انداز اور اس کی زبان ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً کرشن چندر کا اندازِ بیان شاعرانہ ہے، منٹو کے افسانوں میں جنسی اور نفسیاتی تجزیے خاص اہمیت رکھتے ہیں، عصمت چغتائی کے افسانوں کی زبان مسلم متوسط طبقے کی گھریلو عورتوں کی زبان ہے، بیدی اور احمد ندیم قاسمی کے اسلوب پر پنجاب کی تہذیب کا رنگ ہے، قرۃ العین حیدر کے افسانوں میں تعلیم یافتہ اعلیٰ طبقے کی گفتگو کا انداز ہے۔ اسی طرح تمام بڑے افسانہ نگاروں کا اپنا ایک خاص اسلوب ہوتا ہے جس سے ان کی شناخت قائم ہوتی ہے۔

اردو میں افسانے کی روایت

اردو میں افسانہ بیسویں صدی کی دین ہے۔ اردو افسانے کا باقاعدہ آغاز پریم چند سے ہوا۔ اردو افسانے کے ابتدائی دور میں دو قسم کے رجحانات سامنے آئے۔ پہلا رجحان حقیقت پسندی کا تھا جس کے روحِ رواں پریم چند تھے۔ انھوں نے افسانوی ادب کا رخ تبدیل کر دیا۔ دیہی معاشرت اور پسماندہ طبقات کی زندگی کے مسائل کو موضوع بنایا۔ 'سوزِ وطن' (1907) پریم چند کے افسانوں کا پہلا مجموعہ ہے۔ پریم چند کی روایت کو آگے بڑھانے والے افسانہ نگاروں میں پنڈت سدرشن، اعظم کریوی، علی عباس حسینی،

سرگرمی 5.22

افسانے کی تخلیق کے ضمن میں جو اہم نکات بتائے گئے ہیں ان کی روشنی میں کوئی افسانہ تخلیق کیجیے۔

سرگرمی 5.21

افسانے میں واقعے اور اس کے بیان کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی ہے۔ کوئی ایسا واقعہ جس نے آپ کو بہت زیادہ متاثر کیا ہو، اُسے اپنی زبان میں بیان کیجیے۔ یہ خیال رہے کہ اس بیانیہ (narrative) میں پلاٹ، کردار، منظر نگاری اور وحدتِ عمل پر آپ کو خصوصی توجہ دینی ہے۔ آپ نے اگر ایسا کر لیا تو افسانہ نگاری کے میدان میں یہ آپ کا پہلا بھرپور قدم ہوگا۔

Scanned by CamScanner

حیات اللہ انصاری، سہیل عظیم آبادی اور اوپندر ناتھ اشک کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

حقیقت پسند رجحان کے ساتھ ساتھ اردو میں رومانی افسانے کی روایت بھی ملتی ہے۔ اس روایت کو آگے بڑھانے والوں میں سجاد حیدر یلدرم، ل۔ احمد اکبر آبادی، سلطان حیدر جوش، مجنوں گورکھپوری اور بیگم حجاب امتیاز علی کے نام اہم ہیں۔

بیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں باغیانہ تیور رکھنے والے افسانہ نگاروں کی ایک نئی نسل سامنے آئی۔ ان لوگوں نے پرانی روایت سے انحراف کرتے ہوئے اپنی الگ ڈگر بنانے کی کوشش کی۔ ان افسانہ نگاروں کا ایک مجموعہ 'انگارے' 1932 میں شائع ہوا جس میں سجاد ظہیر، رشید جہاں، محمود الظفر اور احمد علی وغیرہ کی کہانیاں شامل ہیں۔ انگارے میں شامل کہانیوں نے افسانے کی دنیا میں ہلچل مچادی۔ 1936 میں ترقی پسند تحریک کا آغاز ہوا۔ کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، عصمت چغتائی، احمد ندیم قاسمی، خواجہ احمد عباس، بلونت سنگھ، قاضی عبدالستار اور رتن سنگھ وغیرہ نمائندہ ترقی پسند افسانہ نگار ہیں۔ ترقی پسند افسانہ نگاروں نے کسانوں، مزدوروں اور سماج کے دیگر مظلوم افراد کی زندگی اور مسائل کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ انھوں نے جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ سماج میں عام آدمی پر ہونے والے ظلم و جبر اور استحصال پر کھل کر لکھا۔ ان کے علاوہ سعادت حسن منٹو کا شمار بھی اسی عہد کے اہم افسانہ نگاروں میں کیا جاتا ہے جو اپنے افسانوں کے موضوع اور تکنیک کے لحاظ سے منفرد مقام رکھتے ہیں۔ اسی عہد میں حسن عسکری، قرۃ العین حیدر، ممتاز شیریں اور انتظار حسین نے نئے افسانے کی بنیاد رکھی۔

1955-60 میں جدیدیت کا رجحان سامنے آیا۔ اس رجحان کے زیرِ اثر اردو میں علامتی اور تجریدی افسانے لکھے جانے لگے۔ ان افسانوں میں فرد کی تنہائی، معاشرے کے زوال، سماجی زندگی کے انتشار اور بے سمتی جیسے موضوعات پر زور دیا گیا۔ بلراج مین را، خالدہ حسین، غیاث احمد گدی، جوگندر پال، سریندر پرکاش، اقبال متین، اقبال مجید اور انور سجاد کے افسانوں میں علامت کا رنگ گہرا ہے۔ ان افسانہ نگاروں نے ہی پہلی مرتبہ پلاٹ سے عاری افسانے لکھے۔ اس روایت کو بعد کے جن افسانہ نگاروں نے فروغ دیا ان میں شفق، شموئل احمد، عبدالصمد، شوکت حیات، سلام بن رزّاق، انور خاں، علی امام نقوی، انور قمر، سیّد محمد اشرف وغیرہ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

یاد رکھیں کہ زبانیں سماجی اور تہذیبی ماحول میں پنپتی ہیں اور زندگی کی روزمرہ سرگرمیوں اور باہمی رابطوں کے زیرِ اثر بدلتی رہتی ہیں۔ تعلیم کے نقطۂ نظر سے بہترین صورت یہ ہے کہ زبان (زبانوں) کی نشوونما اسی صلاحیت کی بنیاد پر کی جائے۔ طلبا کی لسانی صلاحیتوں کے فروغ سے ان کا خود 'اپنے آپ' اور اپنی تہذیبی بنیادوں پر اعتماد بھی بڑھے گا۔

قومی درسیات کا خاکہ — 2005

حسن عسکری (1919-1978)

قرۃ العین حیدر (1926/27-2007)

انتظار حسین (1922/25-2016)

Scanned by CamScanner

• افسانہ کیسے لکھیں

افسانہ نگاری کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ میں غور وفکر کی عادت اور صلاحیت ہو، اپنے آس پاس کی چیزوں اور ماحول پر گہری نگاہ ہو۔ آپ اپنے گرد و پیش کے واقعات و حالات سے اپنے افسانوں کے موضوعات منتخب کر سکتے ہیں۔ آپ اپنی زندگی کے گزرے ہوئے دنوں پر غور کیجیے۔ ان میں ایسے بہت سارے واقعات یا ایسی بہت سی باتیں ہوں گی جنھیں افسانے کا روپ دیا جا سکتا ہے۔ ان گزرے دنوں میں خوشی اور غم دونوں کے مواقع آئے ہوں گے۔ آپ ان میں سے کوئی ایک واقعہ منتخب کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد یہ طے کیجیے کہ اس میں کتنے کردار ہوں گے، ان سے کیا کام لینا ہے یعنی وہ افسانے میں کس نوعیت کا رول ادا کریں گے۔ افسانے میں انھیں کس طرح متعارف کرانا ہے، کہانی کا آغاز کیسے کرنا ہے، اسے کیسے آگے بڑھانا ہے۔ ان تمام امور پر غور کرنا ضروری ہے۔ کہانی میں کردار بہت اہم ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی تخلیق کرتے وقت احتیاط سے کام لینا ضروری ہے۔ مرکزی کردار کون ہوگا، اس کا نام کیا ہوگا، وہ کس طرح کا انسان ہے، اس کی شخصیت کیسی ہے، کیا کرتا ہے، اس کا حلیہ کیا ہے، کہاں رہتا ہے، کس طبقے سے تعلق رکھتا ہے، اس کی سوچ کیسی ہے، رویہ کیسا ہے، اس کی پسند و ناپسند کیا ہے۔ دوسرے کردار کون سے ہوں گے، ان کا نام کیا ہوگا، کہانی میں ان کا کیا رول ہوگا، مرکزی کردار سے ان کے رشتے کیسے ہوں گے وغیرہ امور پر بھی توجہ دینا ضروری ہے۔

افسانے میں عموماً کم ہی کردار ہوتے ہیں۔ ابتدا میں آپ خود کو بھی ایک کردار کی شکل میں پیش کر سکتے ہیں۔ افسانے کو واحد متکلم کے صیغے میں لکھیے۔ اس سے آپ کو محسوس ہوگا کہ آپ بھی کہانی کا ایک حصہ ہیں۔ جب آپ کہانی لکھنے کے فن سے اچھی طرح واقف ہو جائیں تو واحد غائب کے صیغے میں لکھنا شروع کیجیے۔

کہانی کی ابتدا کسی بنیادی مسئلے سے ہوتی ہے جس کے گرد تمام واقعات گردش کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ جب بہت شدت اختیار کر جاتا ہے اور کسی فیصلہ کن موڑ پر پہنچ جاتا ہے تو اسے کہانی کا کلائمیکس یا نقطۂ عروج کہتے ہیں۔ جب یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے تو کہانی اپنے انجام کو پہنچتی ہے۔

افسانہ نگار کو موضوع، ماحول اور مقام کے اعتبار سے کہانی کے لیے کردار چننے ہوتے ہیں۔ کرداروں کے سماجی اور تہذیبی پس منظر، ذہنیت و نفسیات، علاقہ، عمر، جنس

Scanned by CamScanner

اور تعلیمی لیاقت کے اعتبار سے ان کی زبان، لباس، کھانے پینے، حرکت و عمل وغیرہ کی پیش کش کی جانی چاہیے۔ اچھے مکالمے کہانی کو آگے بڑھانے اور کرداروں کی صفات اور ان کے منصوبوں کو اجاگر کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔ اس لیے کوشش کرنی چاہیے کہ کہانی میں کچھ مکالمے بھی دیے جائیں۔ اس کے لیے آپ اپنے آس پاس کے لوگوں کی گفتگو دھیان سے سنیے، مختلف طبقے اور پیشے کے لوگوں کی زبان پر غور کیجیے اور انھیں مکالموں میں استعمال کیجیے۔ اس سے آپ کے مکالموں میں فطری پن پیدا ہوگا۔

عموماً ہر کہانی میں آغاز، وسط اور انجام ہوتا ہے۔ آپ ایک خاکہ تیار کیجیے کہ کہانی میں کون کون سے واقعات بیان کرنے ہیں اور ان کی ترتیب کیا ہوگی۔ واقعات یا واقعہ کے انتخاب میں بھی بہت احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ صرف ان ہی واقعات کو کہانی میں شامل کیجیے جن سے کہانی کو آگے بڑھانے اور ایک منطقی انجام تک پہنچانے میں مدد ملے۔ یاد رکھیے کہ افسانے میں اختصار سے کام لینا ضروری ہے ورنہ اس میں قاری کی دلچسپی برقرار نہیں رہے گی۔ اس لیے افسانہ لکھتے وقت غیر ضروری تفصیل سے گریز لازمی ہے۔ اختصار کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جہاں تفصیل کی ضرورت ہو وہاں بھی اختصار ہی سے کام لیا جائے۔ افسانہ نگار کو اعتدال اور توازن سے کام لینا چاہیے۔ افسانے کا آغاز ایسا ہونا چاہیے کہ شروع سے ہی قاری اس میں دلچسپی لینے لگے۔ قصے کو اس طور پر آگے بڑھائیے کہ قاری کو بوریت کا احساس نہ ہو اور 'آگے کیا ہوگا' کا تجسس برقرار رہے۔ آہستہ آہستہ اسے اختتام کی طرف لے جائیے۔ افسانے کا انجام نہ بعید از قیاس ہونا چاہیے اور نہ ایسا کہ جس کے بارے میں پہلے سے ہی قاری اندازہ لگا لے۔

افسانے میں تمام اجزا کا ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہونا بھی ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی جز زائد یا بھرتی کا تصور دے۔ اگر کسی حصّے کو نکال دیا جائے تو افسانے کی فنی تنظیم پر کوئی اثر ہی نہ پڑے۔ ہم وضاحت کے ساتھ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ افسانے میں واقعہ اور کردار، کردار اور زبان، واقعہ اور اس کے پس منظر میں گہرا رشتہ ہوتا ہے۔ پریم چند کے افسانوں کے جغرافیائی اور تہذیبی تناظر کا تعلق دیہاتی زندگی سے ہے۔ ان کے دیہی کرداروں کے عادات و اطوار میں عموماً سادہ لوحی اور بے ریائی ہوتی ہے۔ ان کے لباس، رہن سہن کے طریقوں اور بات چیت کے انداز میں بھی بے تکلفی کا رنگ حاوی ہوتا ہے۔ ان کی زبان بھی شہری زبان کی طرح نفیس و مہذب نہیں ہوتی کیوں کہ وہ مقامی کچّی

Scanned by CamScanner

سعادت حسن منٹو (1912-1955)

کرشن چندر (1914-1977)

راجندر سنگھ بیدی (1915-1984)

عصمت چغتائی (1915-1991)

کی زبان کے عادی ہوتے ہیں۔ پریم چند اپنے کرداروں کو وہ پس منظر مہیا نہیں کرتے تھے جیسا کہ قرۃ العین حیدر اپنے افسانوں میں مہیا کرتی ہیں اور قرۃ العین کے کردار اس زبان میں گفتگو نہیں کر سکتے جو پریم چند کے کرداروں کی ہے۔ اگر افسانہ نگار نے کوئی واقعہ تاریخ سے اخذ کیا ہے تو اس عہد کے تہذیبی پس منظر کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے ورنہ عدم مناسبت کو افسانہ نگاری کی لاعلمی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

اردو کے اہم افسانہ نگاروں مثلاً پریم چند، منٹو، بیدی، عصمت، کرشن چندر، قرۃ العین حیدر وغیرہ کے افسانوں کا مطالعہ کیجیے اور غور کیجیے کہ ان میں آغاز، ارتقا اور انجام کس نوعیت کے ہیں، پلاٹ کیسا ہے، کردار کیسے ہیں، زبان کیسی ہے۔ افسانہ لکھنے سے پہلے اردو کے مشہور افسانوں کا خوب مطالعہ کیجیے تا کہ آپ عملی طور پر افسانے کے فن اور تکنیک سے بخوبی واقف ہو جائیں۔

جب کہانی مکمل ہو جائے تو اس کا ایک دلچسپ عنوان تحریر کریں۔ عنوان پہلے بھی طے کیا جا سکتا ہے۔ عنوان ایسا ہو کہ قاری کو افسانہ پڑھنے کی جانب راغب کرے۔

افسانہ مکمل کرنے کے بعد اسے کئی بار پڑھیے۔ یہ دیکھیے کہ پلاٹ میں کوئی جھول یا کمی تو نہیں ہے، کوئی حصہ ادھورا تو نہیں رہ گیا ہے۔ کہانی کی زبان کیسی ہے، مکالمے فطری ہیں یا نہیں۔ ایک بار جب آپ خود ہر طرح سے مطمئن ہو جائیں تو اپنی تخلیق اپنے کسی ساتھی یا استاد کو دکھائیے۔ ان کی رائے پر غور کیجیے اور جہاں ضروری ہو اس میں اصلاح کیجیے۔

آپ کی رہنمائی کے لیے یہاں پریم چند کی مشہور کہانی 'پوس کی رات' دی جا رہی ہے۔ اس کا مطالعہ کیجیے اور غور کیجیے کہ پریم چند نے قصے کا آغاز کس طرح کیا ہے، کرداروں کا تعارف کیسے کرایا ہے، ان کی خصوصیات کس طرح بیان کی ہیں، واقعات کی ترتیب کیسی ہے، انجام کیسا ہے، زبان کیسی استعمال کی ہے اور کہانی ختم ہونے کے بعد آپ پر کیا تاثر قائم ہوا۔

پوس کی رات

ہلکو نے اپنی بیوی سے آ کر کہا۔ ''شہنا آیا ہے۔ لاؤ، جو روپے رکھے ہیں اسے دے دو۔ کسی طرح گردن تو چھوٹے۔''

مُنّی بہو جھاڑو لگا رہی تھی، پیچھے پھر کر بولی ''تین ہی تو روپے ہیں۔ دے دوں تو